مسلمان دنیا صبر اور سچائی پر قائم ہو جائے تو ایک بڑی طاقت بن کر ابھرے گی۔ امت مسلمہ کو نصیحت۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۵ رفروری ۱۹۹۳ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیات کریمہ تلاوت کیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۱۱﴾ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۲﴾ (الصّف: ۱۱ تا ۱۲)

پھر فرمایا:۔

قرآن کریم میں بسا اوقات ایک ہی نیکی کو مختلف رنگ میں، مختلف الفاظ میں، مختلف آیات کریمہ میں بیان فرمایا جاتا ہے اور نتیجۃً بعض دفعہ خدا تعالیٰ کی بعض صفات بیان فرمائی جاتی ہیں بعض دفعہ بعض اور صفات بعض دفعہ ثواب کا ایک نتیجہ دکھایا جاتا ہے اور بعض دفعہ ایک اور ثواب کا نتیجہ دکھایا جاتا ہے درحقیقت گہرے غور سے پتا چلتا ہے کہ مختلف صورتِ حال میں کی جانے والی نیکی دراصل مختلف تقاضے رکھتی ہے اور انسانی حالات بدلنے سے نیکی کے اجر بھی بدلتے رہتے ہیں۔

یہ آیات جن کی میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے اس میں ایک ایسی تجارت کا ذکر فرمایا گیا ہے جس کے نتیجہ میں انسان کو عذاب الیم سے نجات ملے گی حالانکہ باقی جگہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے نتیجہ کے طور پر مثبت رنگ میں ثواب کا ذکر ملتا ہے نہروں والی جنات ہوں گی یا یہ

ثواب ہوگا یا وہ ثواب ہوگا، جزاء کے بہت ہی خوبصورت نقشے کھینچے گئے ہیں لیکن اس آیت میں ایک مختلف انداز ہے کسی مثبت اجر کا وعدہ نہیں بلکہ ایک منفی عذاب سے بچنے کی خوشخبری ہے یَاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا هَلۡ اَدُلُّکُمۡ عَلٰی تِجَارَۃٍ تُنۡجِیۡکُمۡ مِّنۡ عَذَابٍ اَلِیۡمٍ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! کیا میں تمہیں ایک ایسی تجارت کی خبر دوں تُنۡجِیۡکُمۡ مِّنۡ عَذَابٍ اَلِیۡمٍ تمہیں بہت ہی دردناک عذاب سے بچائے گی تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وہ تجارت کیا ہے؟ اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول پر اور اس کی یعنی اللہ کی راہ میں بِاَمۡوَالِکُمۡ وَ اَنۡفُسِکُمۡ اپنے اموال کے ذریعہ اور اپنی جانوں کے ذریعہ مجاہدہ کرو ذٰلِکُمۡ خَیۡرٌ لَّکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ تمہارے لئے بہت بہتر ہے کاش کہ تم جانتے!

گزشتہ خطبہ میں بوسنیا کے مسلمانوں پر ہونے والے جن مظالم کا ذکر کیا گیا تھا ان کے تعلق سے مجھے اس آیت کا یہ مفہوم سمجھ میں آیا کہ انسان جب دنیا میں دردناک حالات سے متاثر ہوتا ہے جب کسی اور پر ظلم توڑا جا رہا ہوتا ہے اور اس سے ہمدردی رکھنے والا دل کسی اور جگہ بیٹھا کٹ رہا ہوتا ہے تو بسا اوقات ایسے وقت میں عذاب الیم سے بچنے کے لئے انسان کی توجہ خصوصیت کے ساتھ دعاؤں کی طرف پھرتی ہے مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ صرف دعاؤں سے کام نہیں چلے گا، دعائیں وہی مقبول ہوتی ہیں جنہیں نیک اعمال رفعتیں بخش رہے ہوں۔ پس جب بھی تم دنیا میں عذاب الیم کے نمونے دیکھو۔ تو تمہیں ایک ایسے دردناک عذاب سے بچنے کے لئے بھی مجاہدہ کرنا چاہئے جو انسانوں کے عائد کردہ دردناک عذاب سے بہت زیادہ دردناک ہوگا وہ عذاب الیم ان لوگوں کے لیے مقدر ہے جو بنی نوع انسان پر دردناک عذاب وارد کرتے ہیں۔

دنیا میں جتنی بدیاں ہیں ان کے نتائج ان بدیوں سے براہ راست ایک نوعیت کا تعلق رکھتے ہیں عذاب بھی اسی نوعیت کا ملتا ہے جیسی بدی ہو اور ثواب بھی اسی نوعیت کا ملتا ہے۔ جیسے نیکی ہو۔ پس قیامت کے دن دردناک عذاب انہی لوگوں کو ملے گا جو اس دنیا میں خدا کے بندوں کو دردناک عذاب میں مبتلا کرتے ہیں اور بعض دفعہ یہ وعدہ دنیا میں بھی پورا ہوتا ہے مگر لمبے عرصہ کے بعد کیونکہ قرآن کریم میں حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کر کے یہ فرمایا گیا کہ ہم تیرے دشمنوں کے لئے جو بعض چیزیں وعدہ کر رہے ہیں کہ انہیں ضرور ملیں گی کچھ ہو سکتا ہے تو اپنی زندگی میں دیکھ لے اور کچھ تیری

زندگی کے بعد دکھائی جائیں گی کچھ اِس دنیا کے عذاب ہیں، کچھ اُس دنیا کے عذاب ہیں کیونکہ خدا کا تناظر اور ہے اور بندے کا تناظر اور ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے یہ ساری کائنات ایک سطح کی طرح ہے اس میں نہ کوئی ماضی ہے، نہ حال نہ کوئی مستقبل۔ وہ ایک ایسی نظر سے سب واقعات کو اور سب کائنات کو دیکھ رہا ہے جیسے اس کی تصویر سامنے بچھ گئی ہو۔

پس یہ دنیا ہو یا وہ دنیا ہو اللہ تعالیٰ کے نزدیک وقت کی کوئی جلدی نہیں اور خدا کے صبور ہونے کا ایک یہ بھی مطلب ہے انسان وقت کی نسبت سے بے صبرا ہوتا ہے وقت جتنا آہستہ گزرے اور نتیجہ سے زیادہ پیار ہو (ان دونوں کے درمیان ایک ایسی نسبت ہے کہ وقت آہستہ گزرے) تو نتیجہ دور دکھائی دینے لگتا ہے جس سے پیار ہو اس کے انتظار میں وقت ویسے ہی آہستہ گزرتا ہے اس کے نتیجہ میں بے صبری پیدا ہوتی ہے مگر وہ خدا جو Time, Space کا خدا ہے ایسی کائنات کا خدا ہے جہاں مکان اور وقت دونوں ایک دوسرے کے ساتھ مل گئے ہیں اور ایک ہی چیز کے دو جز بن جاتے ہیں جیسے دو دھاگوں سے ایک چیز بنی جا رہی ہو۔ ایسے ہی عالم وجود وقت اور Space دونوں کی بنتی کا نام ہے وہ خدا جو وقت اور مکان سے بالا ہے اس کو یہ ساری چیزیں اپنے سامنے کھلی ہوئی دکھائی دے رہی ہیں۔ اس لئے اُسے انتظار میں بے صبری پیدا نہیں ہوسکتی۔ جسے چیز سامنے دکھائی دے، اس طرف بھی اور اس طرف بھی، اس کے لئے بے صبری کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پس حقیقت میں اللہ ہی کی ذات صبور ہے ورنہ انسان خواہ کتنا ہی صبر والا ہو کچھ نہ کچھ صبر کے عدم کی کیفیات بھی اس کے ساتھ لگی رہتی ہیں کچھ نہ کچھ بے چینی ضرور رہتی ہے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو دیکھیں کہ خدا کی طرف سے غیر معمولی قوت یافتہ تھے لیکن اسلام کی فتح کے انتظار کی باتیں کرتے ہیں تو بے قرار ہو جاتے ہیں یوں لگتا ہے جیسے کوئی بسمل خاک اور خون میں لتھڑا ہوا تڑپ رہا ہو اور عرض کرتے ہیں کہ

شور کیسا ہے تیرے کوچہ میں لے جلدی خبر
خوں نہ ہو جائے کسی دیوانہ مجنوں وار کا (درثمین: ۱۰)

پس حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی بھی اگر کوئی بے چینی تھی یا کوئی بے صبری تھی تو وہ خدا ہی کے سامنے بیان ہوتی تھی مگر تھی وہ غلبہ اسلام اور نیکیوں کے غلبہ سے متعلق۔ جس چیز سے محبت ہو وہ اگر سامنے دکھائی نہ دینے لگے تو ظاہر ہے کہ اس کے انتظار میں ایک تکلیف کی حالت پیدا ہوتی ہے اور

اسی کو بے صبری کہتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ دنیا ہو یا وہ دنیا عملاً یا حقیقۃً کوئی بھی فرق نہیں اس لئے وہ عذاب میں بھی کوئی جلدی نہیں کرتا اور بعض دفعہ عطا میں بھی کوئی جلدی نہیں کرتا عطا میں ہماری بے صبری کی خاطر جلدی کرتا ہے اور کچھ دے دیتا ہے جیسا کہ ہماری جماعت میں کثرت سے یہ مشاہدہ کیا گیا ہے کہ بعض دفعہ ادھر سے نیکی کی، ادھر سے جزا مل گئی، ہاتھوں ہاتھ نقد و نقد سودے چل رہے ہیں لیکن وہ حقیقت میں جزا نہیں ہے۔ وہ مٹھاس کا ایک لقمہ ہے جو چکھایا جارہا ہے۔ جیسے کوئی ماں کھانا پکارہی ہو اور اس کی بڑی اچھی خوشبو اُٹھ رہی ہو، بچہ پاس سے گزرتا ہے تو ماں اسے بلا کر تھوڑا سا چکھا دیتی ہے یہ مطلب تو نہیں کہ سارا کھانا ہی اس کو مل گیا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ بھی نہ سزا میں جلدی کرتا ہے نہ جزا میں جلدی کرتا ہے ہاں چکھاتا ہے چنانچہ بعض دفعہ عذاب کے لقمے بھی چکھائے جاتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

یہ نشان زلزلہ جو ہو چکا منگل کے دن
وہ تو اک لقمہ تھا جو تم کو کھلایا ہے نہار (درثمین: ۱۵۳)

جس طرح صبح صبح ایک لقمہ کھلایا جاتا ہے نہاری کے طور پر یہ وہ کھلایا گیا ہے ابھی بہت عذاب آنے والے ہیں۔ پس اس نسبت سے اس آیت کا تعلق مجھے ان دردناک حالات سے معلوم ہوا ہے جو عالم اسلام پر اس وقت وارد ہیں اور دن بدن اُن کا دکھ بڑھتا چلا جارہا ہے اور دردناک عذاب دینے والوں کی بے باکی بڑھتی چلی جارہی ہے۔

بوسنیا کے متعلق خدا تعالیٰ کے فضل سے اس وقت جماعت احمدیہ ہر ملک میں جہاں جہاں بھی بوسنیا کے مہاجرین ہیں غیر معمولی محبت کا سلوک کر رہی ہے اور بہت محنت کر رہی ہے چنانچہ تفصیل سے جو رپورٹیں ملتی ہیں ان سے پتا چلتا ہے کہ بعض لوگ تو اس بات کے لئے وقف ہو گئے ہیں۔ دن رات بوسنیا کے مظلوموں کی خدمت کرنا، ان سے تعلقات استوار کرنا، ان کو مسجدوں میں لے کر آنا یا ان تک پہنچ کر ان کو نیکی کی باتیں پہنچانا اور پھر ہمدردی کے تمام عملی ذرائع کو کام میں لاتے ہوئے ان کے زخموں کو مندمل کرنے کی کوشش کرنا، یہ یورپ کی جماعتوں میں ایک عام دستور ہے اور انگلستان میں خصوصیت کے ساتھ اس سلسلہ میں بہت کام ہو رہا ہے اور میں اللہ تعالیٰ کے بہت ہی احسان کے ساتھ اس بات کا ذکر کرتا ہوں کہ یہاں کی لجنہ کو خصوصیت سے بہت عمدہ خدمت کی توفیق

مل رہی ہے۔ چنانچہ چند دن پہلے اسلام آباد میں بوسنین خواتین اور بچوں پر مشتمل ایک بڑا قافلہ آیا جس کا انتظام دو تین جگہ کی لجنات کی شاخوں نے کیا اور بڑی محنت سے احمدی خواتین ان کے گھروں تک پہنچیں ان کو ساتھ لے کر آئیں اور ایک کافی دلچسپ محفل لگی، دلچسپ ان معنوں میں تھی کہ جو آنسو اس مجلس میں بہتے تھے وہ خوشی کے بھی تھے اور غم کے بھی تھے۔ ان چہروں کو جس نے نہیں دیکھا اس کو تصور نہیں ہوسکتا کہ کیسی عجیب کیفیات کے حامل وہ چہرے تھے۔ ایک طرف اسلام کے نام پر بے لوث محبت کے نتیجہ میں پگھلے جارہے تھے اور دوسری طرف ان کو اپنے دردناک ماضی کی یادیں آتی تھیں جو قریب کا ماضی ہے اور اس کے نتیجہ میں چہرے پر عجیب قسم کی وحشت دوڑنے لگتی تھی بعض آنکھوں میں مسکراتے ہوئے بھی اتنا گہرا غم تھا کہ ان میں ڈوب کر انسان کے دل میں ایک ہول اُٹھتا ہے کہ کس گہرائی کا غم ہے جس کی کوئی اتھاہ دکھائی نہیں دیتی، اس ضمن میں خدام الاحمدیہ یو۔ کے، کے سابق صدر کے سپرد میں نے جو کام کئے تھے ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ بوسنیا وغیرہ سے متعلق نظر رکھیں کہ کیا ہورہا ہے۔

دانشور کیا کہہ رہے ہیں اور مختلف سمت سے بوسنیا کے حق میں یا ان کے حالات کے مختلف پہلوؤں پر جو آوازیں اُٹھ رہی ہیں ان کو ریکارڈ کریں چنانچہ انہوں نے اب تک جو مضامین اکٹھے کر کے مجھے دیئے ہیں ان میں بعض ایسے مضامین ہیں جو فی الواقعہ پڑھے نہیں جاسکتے۔ ۵۰ ہزار سے زائد مسلمان خواتین کی جس دردناک ظالمانہ طریق پر بے حرمتی کی گئی ہے اس کی تفصیل بیان کرنے کا نہ یہ موقع ہے، نہ مجھ سے ہوسکے گی لیکن ان میں سے اکثریت کو پھر بہیمانہ سلوک کے بعد بڑے ہی ناقابلِ بیان طریق پر یا ذبح کیا گیا ہے یا آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھتے ہوئے گولیاں مار کر مارا گیا ہے اتنے مظالم ہیں کہ آپ ان کا تصور بھی نہیں کرسکتے کہ کس طریق پر کیسے کیسے مظالم توڑے گئے اور بہت سے ایسے مظالم ہیں جہاں ظلم کرنے والوں نے بعض دوسرے یورپین انٹرویو لینے والوں کو انٹرویو کے دوران بڑے فخر سے بتایا کہ ہم یہ کرتے ہیں اور ہمیں اس کا حکم دیا گیا ہے تو بہت ہی دردناک حالات ہیں اور یہ دردناک حالات ایک غیر منصفانہ دور میں ایک جگہ سے دوسری جگہ بھی منتقل ہوسکتے ہیں۔

یہ دور ناانصافیوں کا دور ہے۔ یہ جو New World Order کا تصور ہے یہ کوئی خدا کا تقویٰ رکھنے والوں کا تو نیو ورلڈ آرڈر نہیں ہے۔ یہ اللہ سے اور بندوں سے محبت رکھنے والوں کا

نیوورلڈ آرڈر تو نہیں ہے یہ انصاف اور رحم سے خالی دلوں کا نیوورلڈ آرڈر ہے۔ یہ ایک تعلّی کی آواز ہے جو آپ کو سنائی دے رہی ہے جب ایک ظالم دیکھتا ہے کہ اب اس کے ہاتھ روکنے والا دوسرا ظالم میدان میں نہیں رہا تو پھر وہ چنگھاڑتا ہوا وہ اپنے شکار پر حملہ آور ہوتا ہے اور سمجھتا ہے کوئی میرے ہاتھ روک نہیں سکتا۔ یہ جو جانوروں کی دنیا کے نقشے تصویروں میں دکھائے جاتے ہیں ایسے حالات بعض دفعہ ان میں دکھائی دیتے ہیں ایک جانور کو گرا کر زخمی کر کے ایک درندہ اس کو کھانے پر تیار بیٹھا ہے کہ ایک اور درندہ دوسری طرف سے آجاتا ہے اور دونوں ایک دوسرے پر کچھ دیر غراتے ہیں اور اس کے بعد ایک جو کمزور ہے وہ چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے پھر وہ اس کو جس طرح بے فکر ہو کر بھنبھوڑتا ہے اور جس طرح بھنبھوڑنے والے یعنی فاتح درندے کے چہرے پر جیسے بے تکلف ظلم کے آثار ہوتے ہیں کہ کوئی نہیں ہے مجھے پوچھنے والا یہی حال آج کی دنیا میں طاقتور قوموں کا ہے۔ یہ نیوورلڈ آرڈر ہے جس کو دنیا کے سامنے پیش کیا جارہا ہے۔

آپ عالم اسلام پر نظر دوڑا کر دیکھیں تو آپ کو ایک طرف بوسنیا دکھائی دے گا۔ ایک طرف فلسطین دکھائی دے گا، ایک طرف کشمیر اور بمبئی اور اسی طرح ہندوستان کے بعض دوسرے علاقے دکھائی دیں گے، پھر آپ کو عراق میں مختلف مناظر نظر آئیں گے، کہیں وہ شیعہ یا کُرد اقلیتیں ہیں جن پر کہا جاتا ہے کہ صدام حسین نے ظلم کئے تھے، کہیں سارے عراق کے باشندے ہیں جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ ایک ڈکٹیٹر کے جبر کے نیچے مجبور ہیں اور اس کے مقابل پر ان سب پر عرصہ حیات تنگ کر دینے کی ظالمانہ کارروائیاں اور یہ کہتے ہوئے ان کو مجبور کرنا کہ جب تک تم صدام حسین کو اپنے اوپر سے ہٹاؤ گے نہیں ہم تم پر ظلم کرتے رہیں گے۔ عجیب وغریب انصاف کے نئے تصور کھینچے جارہے ہیں، جن کی کسی معمولی عقل رکھنے والے کو بھی سمجھ نہیں آسکتی کہ کیسا انصاف ہے ایک طرف فلسطین کا حال ہے وہاں ایک چھوٹے سے دائرے میں رہنے والی چھوٹی سی حکومت رعونت میں بہت بڑھی ہوئی حکومت ہے اور وہ جب چاہے جس طرح چاہے بیچارے نہتے فلسطینیوں پر جس رنگ میں چاہے ظلم کرتی چلی جائے اور اس کے متعلق جب کوئی آواز اُٹھتی ہے تو اس پر بڑی قوموں کا ایک ردعمل ہوتا ہے دوسری طرف بوسنیا کے مسلمانوں پر مظالم کا ایک ردّعمل ہے۔ تیسری طرف کشمیر کے اور ہندوستان کے دیگر مسلمانوں پر مظالم کا ایک ردّعمل ہے پھر عراق کی بات ہے ان سب کا موازنہ کر

کے آپ دیکھیں تو آپ کو پتا چل جائے گا کہ ہر جگہ پیمانے بدلے ہیں۔ کہیں آنکھیں بند کر لی گئیں ہیں تو ذکر ہی کوئی نہیں چل رہا حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ کشمیر میں مسلمانوں پر ایسے زبردست مظالم توڑے جارہے ہیں کہ خود ہندو منصف مزاج لوگوں نے اور صاحب حق لوگوں نے اس کے خلاف بڑی شدت سے آواز اُٹھائی ہے۔ حکومت کی قائم کردہ تحقیقاتی کمیٹیوں نے ثابت کیا ہے کہ ہماری فوج کی طرف سے بہت ہی بہیمانہ مظالم مظلوم مسلمانوں پر توڑے گئے ہیں لیکن آپ کو کوئی ذکر نہیں ملے گا کہ یہاں کوئی واقعہ بھی ہو رہا ہے لیکن عراق کو دیکھیں کہا جاتا ہے کہ اس نے کسی وقت شیعوں پر ظلم کئے تھے یا کردوں پر کئے تھے چنانچہ ان موہوم ظلموں کی یاد میں عراق کی ساری آبادی کو مظالم کا نشانہ بنایا جارہا ہے۔ ایک طرف یہ انصاف ہے، دوسری طرف اسرائیل کا حال ہے کہ تمام دنیا کی اپیلوں کو رد کرتے ہوئے تمام دنیا کی طرف سے بار ہا توجہ دلانے کے باوجود اور یونائیڈ نیشنز میں اس موضوع پر بحثوں کے باوجود اسرائیل اپنی جگہ پر اڑا رہا کہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ میں ان چار سو فلسطینی مسلمانوں کو واپس اپنے ملک میں لے لوں، جن کو اسرائیل کی حکومت نے جبراً اپنے ملک سے باہر نکال پھینکا ہے جن کا کوئی بھی ملک نہیں جن کو مدد دینے کے لئے جو کوششیں کی جاتی ہیں ان کی راہ میں بھی خود اسرائیل روک ہے بہت ہی دردناک حالات میں کیمپوں میں زندگی گزار رہے ہیں اُن کے متعلق ساری دنیا کی اپیلیں رد کی جارہی ہیں کہ ہمیں کوئی پرواہ نہیں جب یہ معاملہ سیکیورٹی کونسل میں پہنچا تو ابتدائی ریزولیوشن کے الفاظ (یوں معلوم ہوتا تھا کہ) اگر منظور ہو گئے تو اسرائیل کے لئے اب کوئی فرار کی راہ باقی نہیں رہے گی بڑے شدت کے الفاظ کے ساتھ جس طرح عراق کے خلاف استعمال کئے گئے تھے اس سے کچھ ملتے جلتے تھے ویسے سخت نہ سہی لیکن ان میں سیکیورٹی کونسل سے یہ مطالبہ تھا کہ ایک ریزولیوشن پاس کرو کہ اگر اسرائیل نے ان چار سو مسلمانوں کو واپس قبول نہ کیا تو اس کے خلاف Sanctions عائد کی جائیں گی یعنی پابندیاں عائد کی جائیں گی کہ اس کے ساتھ تمام دنیا کے تجارتی اور دیگر روابط کٹ جائیں۔ اس کا اسرائیل نے جو جواب دیا وہ آپ لوگوں نے ٹیلی ویژن میں بھی دیکھا ہوگا، اخبارات میں بھی پڑھا ہوگا، ریڈیو پر سنا ہوگا، ایسی بے باکی سے سر اُٹھا کر یونائیٹڈ نیشنز کی آواز کو یوں ٹھوکر ماری جیسے کوئی بھونکنے والے کتے کا منہ توڑتا ہے اور امریکہ کے صدر کو مخاطب کر کے کہا ہے کہ تم کر کے تو دیکھو اور پھر اس کا جو نتیجہ نکلا اس پر مجھے پرانے زمانے کا

احمدیہ ہوسٹل کا ایک واقعہ یاد آ گیا کہ جب ہم گورنمنٹ کالج میں پڑھا کرتے تھے یہ تقسیم ہند سے پہلے کی بات ہے وہاں ایک دفعہ راجہ محمد اسلم صاحب جو بڑے ذہین مشہور تھے اور بہت مخلص تھے اور مقابلے کے امتحانوں میں گولڈ میڈل لینے والے تھے ان کا ایک صدمہ کی وجہ سے دماغ پھر گیا تھا تو وہ بیچارے اس حالت میں احمدیہ ہوسٹل میں آ کر قیام پذیر ہوئے جبکہ سر پر یہ جنون سوار تھا کہ میں لوگوں کی شادیاں کرواؤں اور آج بھی کئی احمدیوں کے دماغ میں یہ ہے میں کسی دن اس کا ذکر کروں گا۔ ان کو شادیوں کروانے کا شوق تھا کہ جس وجہ سے وہ پاگل ہوئے تھے۔ وہ شادی کے سلسلہ میں ہی ایک صدمہ تھا۔ بہت ہی قابل انسان، بہت ہی مخلص اور فدائی اور غیر معمولی ذہین لیکن اس ٹھوکر میں آ کر ان کا دماغ چل گیا۔ احمدیہ ہوسٹل بیٹھے بیٹھے قریباً ہفتہ گزر گیا وہ آئے دن لوگوں کے رشتے جوڑتے تھے کسی لڑکے کو پکڑ لیا کہ آؤ میں نے تمہارے لئے فلاں رشتہ ڈھونڈا ہے اور کسی دوسرے کو پکڑا کہ تمہارے لئے فلاں رشتہ ڈھونڈا ہے، کسی کو دوسری شادی، کسی کو تیسری شادی کی تلقین، سپرنٹنڈنٹ صاحب بہت شریف انسان تھے۔ بڑے نرم دل اور تحمل سے بات کرنے والے لیکن آخر وہ تنگ آ گئے۔ انہوں نے ایک دفعہ صبح کی نماز کے بعد راجہ صاحب کو مخاطب کر کے بڑے ادب سے فرمایا کہ دیکھیں راجہ صاحب میں آپ کا بہت احترام کرتا ہوں بڑی عزت ہے لیکن قانون قانون ہی ہے۔ اب دیکھیں جماعت کا قانون ہے کہ کوئی غیر طالب علم جو اس ہوسٹل کا باشندہ نہیں ہے وہ یہاں نہیں رہ سکتا اور آپ کو سات دن ہو گئے ہیں تو میں بڑے ادب سے آپ سے بات کر رہا ہوں کہ مہربانی فرما کر یہ جگہ چھوڑ دیں انہوں نے فوراً پلٹ کر اُن سے کہا کہ سپرنٹنڈنٹ صاحب یہ آپ حکم دے رہے ہیں یا درخواست کر رہے ہیں کیونکہ ان کی دیوانگی کا ایک رعب تھا اور سپرنٹنڈنٹ صاحب ویسے ہی ذرا شریف النفس اور نرم دل کے آدمی تھے انہوں نے گھبرا کر کہا کہ راجہ صاحب میں درخواست کر رہا ہوں، عرض کر رہا ہوں فوراً راجہ صاحب نے کہا: چل اوئے ٹیکیا نامنظور ''ٹیکیا'' پنجابی محاورہ ہے مجھے تو ابھی تک اس کا مطلب سمجھ نہیں آیا لیکن کوئی تحقیر کا ایک لفظ ہے کہ چل اوئے ٹیکیا نامنظور کہ اگر درخواست ہے تو یہ نامنظور ہے۔ تو اسرائیل کے سلسلہ میں وہ تحکّمات تھے اب وہ درخواست بن گئے ہیں۔ جب اسرائیل نے اسی دیوانگی کے عالم میں جو تکبر اور رعونت سے پیدا ہوتی ہے مڑ کر کہا کہ بتاؤ یہ کیا ریزولیوشن منظور ہونے والا ہے حکم دینے لگے ہو یا درخواست کرنے لگے ہو تو انگلستان جس نے

یہ ریزولیوشن Move کیا تھا انہوں نے بڑے ادب سے عرض کیا کہ حضور! ہم درخواست کر رہے ہیں اس کا جواب وہی ہوگا جو میں بتا چکا ہوں کہ چل اوئے ٹیکیا نامنظور۔

یہ انصاف کا اور دنیا میں امن قائم کرنے کا ایک پیمانہ ہے جو مغربی قومیں آپس کے تعلقات میں برتتی ہیں۔ جب یوگوسلاویہ کے عیسائی یا دہریہ ظالم ہوں اور مسلمان مظلوم ہوں، جب فلسطین کے مظلوم اور دنیا کے ستائے ہوئے بے چارے مسلمان مظالم کا نشانہ بنائے جارہے ہوں اور اپنے ساتھی سفید فام، ظلم کرنے والے ہوں تو انصاف کے تقاضے، امن قائم کرنے کے پیمانے، سب کچھ بدل جاتے ہیں۔ دوسری طرف اگر مسلمان کو ظالم کے طور پر پیش کیا جائے خواہ وہ مسلمانوں پر ہی کر رہا ہو۔ تو ان سے برداشت نہیں ہوتا کہ کوئی مسلمان کسی مسلمان پر ظلم کرے۔ کہتے ہیں یہ صدام حسین کیسا مسلمان بنا پھرتا ہے اپنے مسلمان بھائیوں پر ظلم کر رہا ہے۔ ہم دنیا کی آزاد قومیں برداشت کیسے کر سکتی ہیں کہ کوئی مسلمان اپنی رعونت میں اپنے مسلمان بھائیوں پر ظلم کرے۔ جب بابری مسجد کے نتیجہ میں مظالم کا ایک سلسلہ شروع ہوتا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ ان کی اندرونی باتیں ہیں ملک کے اندر کیسے کوئی دخل دے سکتا ہے۔ بابری مسجد کے قصے، ہندوستان کے قصے، بیرونی طاقتوں کو کیا حق ہے کہ کسی اور ملک میں جا کر دخل اندازی کرے، تو یہ ہے انصاف کا عالم اور یہ نیوورلڈ آرڈر رہے۔

سوال یہ ہے کہ مسلمانوں کو اس وقت کیا کرنا چاہئے؟ کیا کر سکتے ہیں؟ جو بات میں کہوں گا وہ بظاہر عملاً آپ کو چھوٹی دکھائی دے گی لیکن بہت بڑی بات ہے کیونکہ قرآن کریم نے ان مسائل کا یہی حل بیان فرمایا ہے چنانچہ سورۃ العصر میں جس کا میں پہلے بھی بارہا ذکر کر چکا ہوں اس زمانے کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرمایا گیا۔ وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ (العصر: ۲،۳) زمانہ گواہ ہوگا کہ جب ناانصافی کی حکومت ہوگی جب عدل دنیا سے اُٹھ جائے گا تو انسان لازماً گھاٹے میں ہوگا اس میں ناانصافی اور عدل کے فقدان کا ذکر دراصل ان کی نصیحت کے دوسرے پہلو میں شامل ہے۔ اگر علاج حق بیان کیا جارہا ہو تو صاف ظاہر ہے کہ جھوٹ کی حکومت ہے اور جھوٹ بیماری ہے جس کے نتیجہ میں انسان گھاٹے میں ہے جب صبر کی نصیحت کی جارہی ہے تو صاف ظاہر ہے کہ ظلم ہو رہا ہے اور عدل کا خون ہو رہا ہے۔ پس یہ مضمون میں اپنی طرف سے اس چھوٹی سی سورۃ کی طرف منسوب نہیں کر رہا اس سورۃ کے اندر گہرے مطالب پنہاں ہیں جو باقاعدہ تلاش سے دکھائی دینے لگتے ہیں، نظر آتے ہیں،

کھلم کھلا وہاں موجود ہیں۔ پس فرمایا کہ کل عالم اس وقت گھاٹے میں ہوگا اور زمانہ اپنے اطوار سے اس گھاٹے کی گواہی دے گا نصیحت یہ فرمائی کہ اس کا علاج حق سے اور حق کی نصیحت کرتے ہوئے کرنا سچائی پر قائم رہتے ہوئے سچائی کی نصیحت کرنا اور صبر پر قائم رہتے ہوئے صبر کا دامن پکڑتے ہوئے صبر کی نصیحت کرنا۔ اس نصیحت میں درحقیقت زمانے کی دو بیماریاں ہمیں بتا دی گئی ہیں اور مفسرین بالعموم مثبت پہلو کو تو سامنے رکھتے ہیں اور رکھنا بھی چاہئے لیکن یہ معلوم نہیں کرتے کہ یہ مثبت پہلو کیوں بیان کیے گئے ہیں۔ اس لئے کہ زمانہ ان دونوں باتوں سے عاری ہوگا اس لئے ان کی تلقین فرمائی گئی کہ اے مسلمانو! اگر تم زمانے کی تقدیر بدلنا چاہتے ہو تو بیماری کو دیکھو، بیماری کا حل تلاش کرو۔ جیسی بیماری ہے ویسی دوا ہونی چاہئے اور فرمایا کہ ہم تمہیں دوا بتا دیتے ہیں اور وہ بعینہ مرض کے مطابق ہے دوا یہ ہے کہ سچ پر قائم ہو جانا اور سچ کی تعلیم میں سچائی سے کام لینا دوا یہ ہے کہ صبر کی نصیحت کرنا، لیکن صبر پر قائم رہتے ہوئے خود صبر کے نمونے دکھاتے ہوئے۔ ان آیات سے اس وقت کی دنیا کا جو منفی نقشہ ابھرتا ہے وہ مجھے بالکل صاف دکھائی دے رہا ہے ایسا زمانہ ہے جہاں سارے بدبخت جھوٹے ہو گئے ہیں، چھوٹے بھی جھوٹے، بڑے بھی جھوٹے، سیاست دان بھی جھوٹے اور مذہبی راہنما بھی جھوٹے، حکومتیں بھی جھوٹی اور رعایا بھی، جھوٹی امیر بھی جھوٹا اور غریب بھی جھوٹا، اگر جھوٹ کا یہ نقشہ اتنا عام نہ ہوتا تو خدا سارے زمانہ کو یہ نہ کہتا کہ گھاٹے میں چلا گیا ہے۔ سارا انسان گھاٹے میں نہ جاتا الانسـان کے گھاٹے میں جانے کا مطلب یہ ہے کہ تمام بنی نوع انسان ان بدصفات میں ملوث ہو چکے ہیں ان برائیوں ان جرائم میں ڈوب گئے ہیں، ہر جگہ جھوٹ ہی جھوٹ ہے۔

پس آج کی سیاست کا جو نقشہ آپ کو دکھائی دے رہا ہے، آج تجارت کے جو نقشے آپ کو دکھائی دیتے ہیں ملک میں حکومت اور رعایا کے تعلقات کے جو نقشے آپ کو نظر آتے ہیں جس طرف آپ نظر ڈال کر دیکھ لیں سب میں بنیادی جرم جھوٹ کا جرم ہے جو قدرِ مشترک ہے اور یہ اتنا عام ہے کہ ہر سطح پر رچ بس گیا ہے اور ایک کا دوسرے سے فرق نہیں کیا جا سکتا پہلے کہا جاتا تھا کہ یا رعایا جھوٹی ہے یا بادشاہ جھوٹا ہے۔ قرآن فرماتا ہے کہ جس زمانہ کی ہم بات کر رہے ہیں رعایا بھی جھوٹی ہوگی اور بادشاہ بھی جھوٹا ہوگا چھوٹے ملک بھی جھوٹے ہوں گے اور بڑے ملک بھی جھوٹے ہوں گے اور اگر تم زمانہ کو اس مرض سے شفا بخشنا چاہتے ہو تو تمہیں سچا ہونا پڑے گا، سچائی کا دامن پکڑو گے اور پھر سچائی کی

نصیحت کرو گے تو تمہاری نصیحت میں طاقت ہوگی اور زمانے کے اطوار بدل سکو گے ورنہ نہیں۔

پھر صبر کا مضمون چھیڑ کر بتایا کہ لوگ بہت مظلوم ہوں گے، انسان بحیثیت انسان مظلوم ہوگا اور یہ جو نقشہ ہے یہ حقیقت میں مالک پر بھی اطلاق پاتا ہے اور مزدور پر بھی، حکومت پر بھی اور رعایا پر بھی، کیونکہ جن ملکوں پر آپ ظالم حکومتوں کو دیکھتے ہیں ان کے گزشتہ چند سال کے انقلابات پر اگر وہاں انقلاب آئے ہوں، غور کر کے دیکھ لیں اور اسی سے باقی دنیا کے حالات کا اندازہ کریں تو پتا چلے گا کہ انقلاب لانے والے بھی جب حکومتوں پر فائز ہوتے ہیں تو ظالم بن کر ہی ابھرتے ہیں۔ جب اشتراکیت کا انقلاب آیا تھا تو وہ ظلم کے خلاف انقلاب تھا لیکن انقلاب خود اپنی ذات میں ظالمانہ تھا۔ جب ظلم کے نام پر ظالم کے خلاف جہاد کرنے والے حکومت پر فائز ہوئے تو وہ خود ظالم بن گئے۔ اسی طرح ظلم کے خلاف ایک انقلاب ایران میں ہوا تھا اور بعد میں جس طرح بعض لوگوں کا قتل عام ہوا ہے دنیا کا کوئی انصاف پسند یہ نہیں کہہ سکتا کہ ظلم کا جواب اس طرح دیا جانا چاہئے۔ تو جہاں جہاں بھی دنیا میں انقلاب آرہے ہیں ایک ظالم کے خلاف ایک مظلوم انقلاب لاتا ہے لیکن جب اس مقام پر پہنچتا ہے جہاں پہلے ظالم فائز تھا تو خود ظالم بن کر ظاہر ہوتا ہے۔ تو اس کا مطلب ہے کہ مخفی ظلم کی رگ ہر انسان کے اندر پھڑک رہی ہے، ہر انسان سے مراد یہ نہیں کہ استثناء کوئی نہیں۔ قرآن کریم خود استثناء فرما رہا ہے مراد یہ ہے کہ اتنی عام بات ہے کہ گویا ہم کہہ سکتے ہیں کہ سارا زمانہ ظلم کا شکار ہو چکا ہے اور بے صبرا ہو گیا، بے صبرا پن ان لوگوں کا، بہت ہی خوبصورت نقشہ کھینچ رہا ہے جن کو حکومت میں بھی چین نہیں اور جو محکوم ہے ان کو تو ویسے ہی چین نہیں، امیروں کو بھی چین نہیں اور غریبوں کو بھی چین نہیں ہے۔ اگر آپ اس وقت دولت مندوں کا حال دیکھیں تو آپ حقیقت میں حیران ہوں گے کہ دولت مند بھی بڑے سخت بے چین اور بے قرار ہیں ان میں بھی ایسی تکلیفیں ہیں جنہوں نے ان کو بے صبرا کر دیا ہے اور کئی دفعہ اچانک ایسے حالات سامنے آتے ہیں جن سے ہمیں نمونۃً اندازہ ہو جاتا ہے کہ بظاہر خوش باش اور عیش و عشرت میں ملوث دولت مندوں کے دلوں کی کیا کیفیت ہے۔ ابھی چند دن ہوئے انگلستان کے ایک امیر ترین آدمی کی ایک بیٹی نے خودکشی کی ہے جس کی کہانیاں اخبارات اور ریڈیو وغیرہ کے ذریعہ عام مشتہر کی گئیں اور دنیا کی ہر نعمت ہر چیز تھی بے حد محبت کرنے والا باپ تھا لیکن دل تھا کہ اس میں ایک جہنم بھڑک رہی تھی اور بعض دفعہ ایسے ایسے واقعات نظر آنے

لگ جاتے ہیں یعنی سطح پر ابھر آتے ہیں لیکن سطح کے نیچے ایک تلاطم برپا ہے۔ وہ خدا جو عالم الغائب و الشہادۃ ہے اس کے لئے تو نہ سطح کی کوئی حقیقت، نہ تہہ کی کوئی حقیقت، بیک وقت اس کی سطح پر بھی نظر ہوتی ہے اور تہہ پر بھی نظر ہوتی ہے پس جھوٹ کا قرآن کریم میں جو نقشہ کھینچا گیا کہ کل عالم کو جھوٹ غرق کر دے گا۔

انسان بحیثیت انسان جھوٹا ہو جائے گا اس کا تو ہمیں علم ہے ہم آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں لیکن صبر کا جو مضمون ہے اس کے بعض حصوں پر ہماری نظر ہے بعض حصوں پر نہیں ہے۔ اس لئے پہلی گواہی کے سچا ہونے کے نتیجہ میں ہم پورا یقین کر سکتے ہیں کہ اگلی بات بھی ہر طرح سچی ہے یہ جو بڑی بڑی حکومتیں ہیں ان کے سربراہ اور حکومت پر فائز افسران یا سیاست دان یہ خود بھی بے چین ہیں اور یہ بے چینی بڑھ رہی ہے چنانچہ اس وقت یورپ میں جو کیفیت ہے اگر آپ گہری نظر سے یورپ کی سیاست کا تجزیہ کریں تو ہر حکومت پہلے سے بڑھ کر بے چین ہو رہی ہے اور امریکہ کا بھی یہی حال ہے ایک بے چینی کم کرتے ہیں تو دوسری بے چینی آ لیتی ہے اور ایک طرف سے توجہ ہٹانے کی خاطر کوئی دوسرا ظلم کرتے ہیں تو جس طرف سے توجہ ہٹائی جاتی ہے وہاں مواد اُٹھنا شروع ہو جاتا ہے اور ابلنا شروع ہو جاتا ہے۔ تو اس وقت سارا عالم بے چین ہے۔ نہ کوئی بڑا چین میں بیٹھا ہوا ہے، نہ کوئی چھوٹا صبر کے ساتھ ہے۔ مسلمانوں کو ہدایت فرمائی کہ تم صبر سے کام لینا اور مسلمانوں نے چونکہ اس زمانہ میں خصوصیت سے مظلوم بننا تھا اس لئے خصوصیت سے صبر کی تلقین فرمائی۔

پس مسلمان قوم کے لئے نجات کی دو ہی راہیں ہیں۔ سچ پر قائم ہوں اور اس وقت بدنصیبی کے ساتھ مسلمان ملکوں میں اتنا جھوٹ ہے کہ جس طرح سڑے ہوئے گوشت میں سنڈیاں دکھائی دیتی ہیں اسی طرح کثرت سے جھوٹ بولنے والے سوسائٹی میں کلبلا رہے ہیں۔ بہت ہی مکروہ نظارے ہیں اور چھوٹے بڑے اکثر جھوٹے ہو چکے ہیں سیاست دان تو بطور خاص جھوٹا ہے۔ حکومت سے باہر رہتے ہوئے سیاست دان جھوٹ کو نفرت سے دیکھتا ہے، جھوٹ پر تنقید کرتا ہے، جھوٹ کو پاؤں تلے روندنے کے دعوے کرتا ہے مگر وہی سیاست دان جب حکومت میں آتا ہے تو جھوٹ اس کا اوڑھنا بچھونا بن جاتا ہے۔ میں کسی ایک ملک کی بات نہیں کر رہا یہ ایک عمومی صورت حال ہے جو ساری دنیا میں دکھائی دیتی ہے اور مسلمان ممالک بدقسمتی سے اس سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔ پس مسلمانوں کے

لئے بطور خاص نصیحت ہے کہ تم حق پر قائم ہو حق کی طرف لوٹو ورنہ تم بھی گھاٹے پانے والے انسانوں کی طرح اس گھاٹے والے زمانے کا شکار ہو جاؤ گے اور فرمایا صبر سے کام لینا ان مظالم کے وقت حقیقت میں سوائے صبر کے اور کوئی چارہ نہیں، اگر مسلمان صبر سے کام لیں تو اسے اپنے حالات کا جائزہ لینے کا اور دشمن کے شر سے بچنے کا بھی زیادہ وقت ملے گا۔ جب صبر کی تلقین کی جاتی ہے تو لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم پر ظلم کر رہا ہے، ظالموں کے حق میں بول رہا ہے لیکن خدا کی نصیحت صبر کی ہے تو اگر صبر کی نصیحت میں نہیں کروں گا تو جھوٹ بولوں گا، اگر بے چین اور بیتاب ردعمل کی تلقین کروں گا۔ تو یہ جھوٹ ہو گا، امر واقعہ یہ ہے کہ اس دور میں مسلمان کو سب سے زیادہ صبر کی تلقین کی ضرورت ہے اور صبر کے نتیجہ میں بہت سے بڑے مظالم جو آگے ان کی راہ تک رہے ہیں، اس راستے پر بہت سی کمین گاہیں ہیں جس راستے پر آج ہم چل رہے ہیں اور بہت سے حملے ہو رہے ہیں، ہو چکے ہیں اور بہت ہونے والے باقی ہیں ان سے نجات کی یہی راہ ہے کہ ہم اس وقت فوراً صبر کی پناہ میں آجائیں، مجھے یاد ہے کہ کچھ عرصہ پہلے یوگوسلاویہ کے البانیہ کے باشندے ان کے کچھ لیڈر میرے پاس مشورہ کے لئے آئے یہ ان دنوں کی بات ہے جب کروشیا کی طرف سے نئی نئی بغاوت ہوئی تھی اور وہ قومیں جن میں البانیہ کے مسلمان بھی ہیں اور بوسنیا کے مسلمان بھی ہیں ان میں یہ خیالات پیدا ہو رہے تھے کہ ہم بھی بغاوت کر کے ہم بھی کھلی جنگ کے ذریعہ اپنے سابقہ مظالم کا بدلہ لیں اور اپنی آزاد حکومتیں قائم کریں۔

تو ایک گروہ جو یورپ سے آنے والے مختلف البانین راہنماؤں پر مشتمل تھا وہ مشورہ کے لئے میرے پاس آیا تو میں نے ان سے کہا کہ دیکھو تم اس وقت تلوار کے ذریعہ یوگوسلاویہ کی حکومت کا تختہ اُلٹنے کا تصور بھی نہ کرنا۔ میں نے کہا کہ کروشیا میں جو کچھ ہو رہا ہے یہ تو کچھ بھی نہیں ہے اس کے مقابل پر جو تمہارے ساتھ ہوگا، کروشیا پر باوجود اس کے کہ مذہبی اختلاف نہیں تھا پھر بھی بڑے مظالم توڑے گئے اور کروشیا کی اہل مغرب نے بڑی سنجیدگی کے ساتھ مدد بھی کی ہے میں نے کہا کہ تمہاری مدد کو کوئی نہیں آئے گا جو مسلمان تمہیں ہتھیار دیں گے (اگر کوئی دیں گے) تو وہ ہاتھ کھینچ لیں گے اور جب مغرب نے ہتھیاروں کے داخلے پر قدغن لگائی تو کسی کی مجال نہیں ہوگی کہ وہ تمہیں ہتھیار پہنچا سکے اور بالکل برباد کر دئے جاؤ گے۔ جس حال میں ہو اس سے ہزاروں گنا بدتر حال ہو جائے گا۔ اس لئے سنجیدگی کے ساتھ اگر اپنی فلاح کی باتیں پوچھنا چاہتے ہو تو وہ میں تمہیں سمجھاتا ہوں چنانچہ میں

نے ان کو چند باتیں سمجھائیں کہ اس طریق پر پہلے اپنے آپ کو منظّم کرو اپنے ہاتھ درست کرو۔ اپنی اقتصادیات کی فکر کرو اپنی تعلیم کا معیار اونچا کرو اور رفتہ رفتہ آزادی لے کر تھوڑا کچھ دم خم اپنے اندر پیدا کرو، غرض یہ کہ اور بہت سی باتیں تھیں جن کا تفصیلی ذکر یہاں مناسب نہیں ان میں سے کچھ ایسے تھے جو بہت مطمئن ہو کر گئے، کچھ ایسے تھے جنہوں نے اپنی بے چینی کا کھلم کھلا اظہار کیا کہ دیکھا تمہارے متعلق کہتے تھے نہ کہ تم مغرب کا لگایا ہوا پودا ہو ویسے ہی مشورے دیتے ہو۔ میں نے ان کو کہا کہ وقت آئے گا جو آپ کو بتادے گا کہ میں خدا کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودا ہوں۔ مغرب کا پودا نہیں ہوں کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام خدا کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودا ہیں وہ جب آپ کو عقل کے مشورے دیتے ہیں تو آپ کہہ دیتے ہیں کہ یہ دشمن کے حق میں باتیں کی جارہی ہیں اور جو آپ کو بظاہر حق میں مشورہ دیتے ہیں وہ آپ کو دشمن کے چنگل میں پھنسا دیتے ہیں۔ ایسی مصیبتوں میں مبتلا کر دیتے ہیں جن سے نجات ممکن نہیں رہتی، آپ دیکھیں گے وقت بتائے گا کہ ہم امت مسلمہ کے سچے خیر خواہ ہیں اور ہم سے زیادہ ہمدردانہ مشورہ امت مسلمہ کو کوئی نہیں دے سکتا اس کے بعد مجھے بعض یوگوسلاوین ملے ان میں سے بعضوں کے علم میں یہ بات تھی۔ بعضوں کے نہیں تھی جب ان سے بات کی گئی تو انہوں نے کہا کہ آپ نے ہمارے اوپر بڑا احسان کیا ان دنوں میں واقعی جذبات میں بڑا اشتعال تھا اور بڑی کھچڑیاں پک رہی تھیں اگر ہم کوئی ایسی غلطی کر بیٹھتے تو آج ہم نے بوسنیا کے مسلمانوں کا جو حال دیکھا ہے یہی حال آج ہمارا ہونا تھا بلکہ شاید اس سے بھی بدتر ہوتا، تو اس وقت صبر کی ضرورت ہے اور یہ دونوں صفات مسلمان ممالک کو پہلے اپنے اندر نافذ کرنی چاہئیں جب تک مسلمان ممالک سچائی اور صبر کی طرف نہیں لوٹیں گے اس وقت تک مسلمان ممالک میں کوئی طاقت پیدا نہیں ہوسکتی۔

صبر جیسی دنیا میں کوئی طاقت نہیں ہے صبر کرنے والے کی جو طاقت ہے۔ وہ دنیا کے اعتبار سے بھی ایک غیر معمولی طاقت کے جمع کرنے کا فارمولا ہے۔ مثلاً ڈیم ہے، جہاں دریاؤں کے پانی بند کر کے بڑی بڑی جھیلیں اور تالاب بنائے جاتے ہیں وہ دراصل اس صبر کا نمونہ ہے پانی بہتا رہتا ہے اگر بہنا روک دیا جائے کہ اس طرح اپنی طاقت کو ضائع نہ کرو، رک جاؤ تو وہ طاقت ضائع نہیں ہوا کرتی وہ جمع ہو رہی ہوتی ہے، وہ بلند تر ہو رہی ہوتی ہے، چڑھ رہی ہوتی ہے۔ اس کا معیار بلند ہو رہا ہوتا ہے، اس کی طاقت بڑھ رہی ہوتی ہے اور پھر وہ ایک بہت بڑی عظیم الشان طاقت بن کر ابھرتی

ہے اس وقت اگر وہ ٹوٹے تو بڑے بڑے علاقوں کو تباہ و برباد کر دیتی ہے بلکہ وہ دریا جس کو روکا گیا تھا خواہ کروڑوں سال بھی بہتا رہے تب بھی ویسی تباہی نہیں مچا سکتا۔ تبھی ہمارے محاورہ میں کہتے ہیں تجھ پر میرا صبر ٹوٹے صبر پہلے اکٹھا ہوگا تو ٹوٹے گا نا، اگر صبر اکٹھا ہو ہی نہ، بلکہ گالیاں دے کر اور اشتعال انگیزی کی باتیں کر کے دل کے سارے غبار نکال لئے جائیں اور بات بات پر جھڑپیں کر کے کسی مظلوم پر ناحق ظلم کر کے ظالم کا بظاہر بدلہ لیا جا رہا ہو جس طرح پاکستان میں بدنصیبی سے ہوا تھا کہ وہاں ہندوستان میں جو مظالم ہوئے اس کے نتیجہ میں کوئٹہ اور بعض اور علاقوں میں بعض ہندو بچوں کو زندہ آگ میں پھینکا گیا۔ کوئی مسلمان ضمیر اس کو برداشت نہیں کر سکتا اور مجھے یقین ہے کہ پاکستان کی بڑی بھاری آبادی کا عملاً یہی ردعمل ہوگا کیونکہ **مسلمان اپنے ظلم میں بھی ایک حد رکھتا ہے اس سے آگے بڑھ ہی نہیں سکتا آخر محمد ﷺ کی تربیت میں اور بتوں کی تربیت میں خدائے واحد کی تربیت میں اور بتوں کی تربیت میں ایک فرق ہے تبھی مسلمان اپنے مظالم میں بھی ایک حد سے آگے نہیں بڑھا کرتا** تو ان کا یہی ردعمل ہوگا مگر افسوس ہے کہ چند نے جو بے صبری دکھائی اس کے نتیجہ میں اب مسلمان ہندوؤں کو یہ نہیں کہہ سکتا کہ تم ظالم ہو تم اس قدر بہیمانہ مظالم کی استطاعت رکھتے ہو وہ کہتے ہیں کہ تم نے کم کئے ہوں گے لیکن تم بھی تو آخر ویسے ہی ہو۔

پس ضرورت ہے کہ مسلمان ممالک سچائی کی طرف اور صبر کی طرف لوٹیں اور اپنی ہر چیز میں انصاف قائم کریں۔ جو حق کا یہ مضمون ہے یہ بہت وسیع ہے جب قرآن کریم نے فرمایا کہ حق پر قائم ہو جاؤ تو حق کی بہت ہی وسیع تعریف ہے، انصاف کا قیام بھی حق میں ہے اور مظلوم ہوتے ہوئے پھر سچائی کی بات سربلندی کے ساتھ کرنا اور ظالم کو گویا عملاً ظلم کی دعوت دینا یہ حق کی اعلیٰ تعریف ہے چنانچہ حضرت اقدس ﷺ نے جہاد اور حق کو باہم ملا کر ایک ہی مضمون میں پیش فرمایا ہے گویا ایک ہی چیز کے دو نام ہیں فرمایا **افضل الجهاد كلمه حق عند سلطان جائر** (المعجم الکبیر للطبرانی جلد ۸ ص:۲۸۲) کہ سب سے اعلیٰ اور سب سے عظیم جہاد یہ ہے کہ کوئی انسان ایک ظالم بادشاہ کے سامنے کھڑے ہو کر سچی بات کہہ دے۔ پس ظالم بادشاہ کے سامنے سچی بات کہنے کا جو مضمون ہے وہ آج اسلامی حکومتوں کے اوپر بعینہٖ صادق آ رہا ہے۔ جن بڑی طاقتوں کو انہوں نے اپنا سلطان بنا رکھا ہے، جن کو وہ خدا کی طرح اگر ظاہری طور پر نہیں پوجتے تو دل سے پوج رہے ہیں، ان کے سامنے کلمہ حق کیوں نہیں کہتے، مسلمان

مظلوموں کے حق میں کیوں آواز بلند نہیں کرتے ، کیوں نہیں کہتے کہ تم غلط کر رہے ہو اور جرأت اور طاقت کے ساتھ یہ کیوں نہیں کہتے اگر یہ ایسا کریں تو جہاد کرنے والوں کو خدا تعالیٰ کی طرف سے لازماً نصرت اور غلبہ کی بشارت ہے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی نصیحت ہے اس پر عمل کر کے تو دیکھیں۔

قرآن نے فرمایا ہے حق پر قائم ہو گے تو تمہارا علاج ہوگا۔ پس حکومتوں کا بھی فرض ہے کہ حق پر قائم ہوں اور تمام مسلمان عوام کا بھی برابر فرض ہے کہ خواہ وہ کسی دائرہ زندگی سے تعلق رکھتے ہوں کہ آج وہ حق کی طرف لوٹیں۔ سچا ہونے کے نتیجہ میں اتنی عظیم طاقت نصیب ہوگی کہ دنیا کی کوئی طاقت اس سچائی کی طاقت کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ پھر صبر کی طرف لوٹیں صبر کے نتیجہ میں بھی جیسا کہ میں نے ابھی بیان کیا ہے کہ ڈیمز کا بننا بڑی بڑی غیر معمولی طاقتوں کو اکٹھا کرنے کا دوسرا نام ہے اور یہ صبر سے ہوتا ہے لیکن انسانی صبر دو طرح سے پھل لاتا ہے ایک تو صبر میں بذات خود قانون قدرت کے طور پر ایک طاقت ہے اور وہ طاقت غیر معمولی طور پر بڑھنے کی صلاحیت رکھتی ہے اور مومن کے صبر کے ساتھ دوسرا مضمون دعا کا شامل ہے۔ جب مومن صبر کرتا ہے تو اس کی دعاؤں میں غیر معمولی طاقت پیدا ہونے لگ جاتی ہے جب کوئی شخص خدا کے نام پر رک رہا ہے اور دل کے سارے تقاضے یہی ہیں کہ اب ٹوٹ پڑو اس وقت جان فدا کر دینے کا وقت ہے، عواقب سے بے خبر ہو جاؤ، اپنے دل کی جلتی ہوئی آگ کا انتقام لو، اس وقت اگر خدا کی خاطر خدا کے نام پر کوئی شخص رک جاتا ہے تو نہ صرف یہ کہ صبر کی عمومی طاقت اسے نصیب ہوتی ہے بلکہ اس وقت کی دعا ضرور مقبول ہوتی ہے، یہ ویسی ہی مثال ہے جیسے ماں بچے کی زیادتیوں پر صبر کرتی ہے۔ مسلمان بنی نوع انسان سے سچی ہمدردی کرتا ہے لیکن وہ اس پر ظلم کرتے چلے جاتے ہیں اور یہ صبر پر صبر کرتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ آخر یہ صبر کا پیمانہ لبریز ہو جاتا ہے۔ اس وقت کی دعا ضرور مقبول ہوتی ہے چنانچہ آنحضرت ﷺ نے اس مضمون کو ماں کے حوالے سے ہی بیان فرمایا ہے فرمایا! خبر دار! وہ دعائیں جو نا مقبول نہیں ہوتیں ان میں ماں کی اپنے بچے کے خلاف بد دعا ہے۔ (ترمذی کتاب الدعوات حدیث نمبر: ۳۳۷۰) بڑا ہی بد نصیب بچہ ہے جس کے خلاف اس کی ماں دعا کر دے کیونکہ ماں کی فطرت میں صبر ہے وہ ظلم کسی خاص حد سے بڑھا ہوا ہے جس کے نتیجہ میں آخر ماں کا صبر ٹوٹا ہے اور ان معنوں میں صبر ٹوٹا کرتا ہے کہ زمین سے بھی ٹوٹتا ہے اور آسمان سے بھی ٹوٹتا ہے۔

پس مسلمانوں کے لئے نجات کے یہی دو رستے ہیں جو سورۃ العصر نے ان کے لئے کھولے ہیں اور میں امید رکھتا ہوں کہ مسلمان ممالک میں اس بات کا احساس بیدار ہو رہا ہے۔

اب حال ہی میں پاکستان میں عدالت عالیہ نے افراد جماعت احمدیہ کی طرف سے متفرق مقدمات جو بہت دیر سے سالہا سال پہلے سے دائر کئے گئے تھے لیکن اس سے پہلے ہماری عدالت عالیہ خود بہتر جانتی ہے کہ کس حکمت کے پیش نظر، مگر ان مقدمات کو سننے کی گویا طاقت ہی نہیں رکھتی تھی اب فضا بدلی ہوئی دکھائی دے رہی ہے کیونکہ عدالت عالیہ نے نہ صرف یہ کہ ان مقدمات کی شنوائی کی ہے بلکہ جس قسم کے تبصرے ہوئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم عدل کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑیں گے اگر یہ فیصلہ ہے تو میں پاکستان کو مبارکباد دیتا ہوں کہ تم ہلاکت سے بچائے گئے ہو، اگر عدالت عالیہ سے انصاف کی ضمانت جاری کر دی جائے اور حکومت اس انصاف کو قبول کر لے تو ضرور اس ملک کے دن پھر جائیں گے اور ضرور یہ ملک حق کی طرف واپس لوٹا نہیں تو لوٹا دیا جائے گا۔ یہ خدا کی تقدیر کی طرف سے بہت ہی پیارا اشارہ مجھے دکھائی دیا ہے جیسے اندھیروں کی لمبی رات کے بعد کوئی روشنی کی رمق دکھائی دے۔ عدالت عالیہ کے جو سب سے سینئر جج ہیں ان کے تبصروں سے بعض دفعہ بجھا ہوا دل ایک دم کھل اُٹھتا ہے اور بشاش ہو جاتا ہے کہ الحمدللہ پاکستان کی عدالتوں میں انصاف کے کیسے کیسے پیارے گل کھل رہے ہیں ایک موقعہ پر جب کہ پاکستان کے اٹارنی جنرل نے یہ سوال اُٹھایا کہ آپ بنیادی حقوق کی باتیں کر رہے ہیں، آزادی ضمیر کی باتیں کر رہے ہیں کیا پاکستان کے دستور اساسی کی اس شق پر آپ کی نگاہ نہیں ہے جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ اسلام کی Glory یعنی عظمتِ شان کی خاطر اگر کسی کو آزادئ تقریر سے محروم کر دیا جائے تو یہ بھی جائز ہے اسلام کی عظمتِ شان اور Glory کے نام پر ہم مطالبہ کر رہے ہیں، تو عدالت نے کیسا خوب جواب دیا انہوں نے کہا بہت خوبصورت الفاظ ہیں بہت پیارے لیکن مجھے یہ بتائیں کہ کیا اسلام کی Glory اس بات میں ہے کہ اقلیتوں کو آزادئ ضمیر سے محروم کر دیا جائے یا اسلام کی Glory اس بات میں ہے کہ اقلیتوں کو ان کے ضمیر کی تمام آزادیاں دی جائیں، کیسا پیارا جواب ہے خدا کرے! یہ رجحان زندہ رہے اور زیادہ طاقتور ہوتا چلا جائے، خدا کرے کہ سازشوں کی دنیا میں ایسی سازشیں نہ پل سکیں جن کو پالنے کی ضرور کوشش کی جائے گی۔ حسد کی دنیا میں ایسے حسد وہ شر نہ بن سکیں جو ایک معصوم کی زندگی کو جلا سکتے ہیں۔ پس حسد کے شر

سے پناہ مانگو جو حسد کرنے والا کرتا ہے جس وقت وہ کرتا ہے خدا ہی ہے جو جانتا ہے کہ کیسے کرتا ہے اور کب کرتا ہے اور کہاں کرتا ہے اسی کی پناہ میں آؤ۔

پس میں تمام عالم اسلام کو نصیحت کرتا ہوں کہ ان دو باتوں پر عمل کریں اللہ تعالیٰ اپنے فضل کے ساتھ یہ زمانے بدل دے گا اگر اتنی لمبی رات کے بعد پاکستان میں بھی نور کی ایک شعاع پھوٹی ہے تو کیوں نہ ساری دنیا کے لئے دعا کریں کہ تمام دنیا میں بھی نور کی یعنی خدا کے عدل کے نور کی شعاعیں پھوٹیں، بہت سی ایسی باتیں اور بھی میں نے آج کرنی تھیں لیکن وقت چونکہ ہو چکا ہے اس لئے انشاء اللہ آئندہ خطبہ میں پھر ملیں گے خطبوں کا انتظار تو اب ویسے ہی بڑا صبر آزما ہو چکا ہے صبر کی تلقین ہے تو میں اسی تلقین پر اس مضمون کو ختم کرتا ہوں اگلے خطبہ تک صبر سے انتظار کریں باقی باتیں انشاء اللہ آئندہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔